قومی زبان ''اردو'' کی خاموش تبدیلی - اثرات اور خطرات!

مولانا ساجد احمد صدروی

سہولت کی فطری طلب وتلاش اور صلاحیت وقوت کی کمزوری نے مختلف آلات، اسباب کی شکل اختیار کرلی، چند آدمیوں نے مل کر جمادات کو اپنی محنت کا مرکز ومحور بنایا، جہاں انسان کی ساخت ودریافت کی صلاحیتوں نے خوب کھل کر مظاہرہ کیا، اور یوں بے شمار آلات تیار کرکے دوسری فطری قوتوں سے براہ راست استفادہ کرنے کے بجائے انہی سے خدمات لینا شروع کیا، جو رفتہ رفتہ انسانی زندگی کا نہایت اہم؛ بلکہ لازمی حصہ بن چکے، مقصدِ حیات سے بے خبر لوگوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر قوموں کی کامیابی وترقی کو بھی ان متحرک ''جمادات'' کے ساتھ جوڑ دیا۔

زندگی سے متعلق مختلف کاموں کو بسہولت انجام دینے کے لئے آلات کا سلسلہ ضروریات سے بڑھ کر خواہشات اور فضولیات تک پھیل چکا ہے، ہر روز کوئی نہ کوئی آلہ سامنے لایا جاتا ہے، لوگ مصروفیات وبے برکتی کے اس دور میں آسانی اور وقت کے بچاؤ کی خاطر اس کو اختیار کرنے لگتے ہیں، مگر انسانی زندگی کی ضروریات میں جگہ لے کر ہر روز ایک نیا آلہ اس کی مصروفیات، اخراجات کم کرنے اور وقت بچانے کے بجائے مزید لینے لگتا ہے، فاصلے کم کرنے کے بجائے اور بڑھا دیتا ہے، اور یوں انسان پہلے سے زیادہ مصروف اور مشغول ہوجاتا ہے، گھر بار، محفل اور لوگوں کے بیچوں بیچ بیٹھ کر بھی وہ غائب ہونے لگتا ہے، پھر بھی اس کو یہ شکایت رہتی ہے کہ لوگ اس کے احساسات کو باور نہیں کرتے، اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ یہ نئے آلات قوموں کی تہذیب وروایات پر برسوں؛ بلکہ صدیوں میں پڑنے والے اثرات، طبعی عوامل سے زیادہ زود اثر اور تیز رفتار ثابت ہو رہے ہیں، ان آلات کی وجہ سے تہذیب وثقافت کو ہر روز ایک نئے خطرے کا سامنا رہتا ہے۔

زندگی کی ضروریات میں جگہ پانے والے آلات میں ''کمپیوٹر'' اور ''موبائل'' کو خاص اہمیت حاصل ہوگئی ہے، ان دو آلوں نے قوموں کی تہذیب وثقافت پر بڑی تیزی کے ساتھ، گہرے اثرات مرتب کرنا شروع کردئے ہیں، جس سے بچاؤ کرنا اور تہذیب وثقافت پر سے اس کے دبیز پردے ہٹا دینا مہذب انسانوں کے بس میں نہیں رہا؛ چنانچہ تعیش، سرعت اور جلد بازی کو

زندگی کا معراجِ ترقی قرار دینے والی قومیں خود اپنے ہاتھوں اپنی تہذیب، تاریخ اور ثقافت کا جنازہ نکال رہی ہیں، جس کو پروان چڑھاتے چڑھاتے ان کو صدیاں بیت گئیں تھیں۔

تعیش اور سرعت رفتار والے آلات کے خطرناک اثرات ہماری مذہبی اور عالمی زبان عربی اور اردو پر بھی پڑنا شروع ہوگئے ہیں، عربی اور اردو زبان کے لب ولہجہ، تعبیر اور لغوی مواد کو اسی طرح اس کی خوبصورت اور دلکش تحریر، املاء اور خط وکتابت ،اس کی ہیئت ترکیبی کو ایک خاموش مگر خطرناک طوفان کا سامنا ہے، جس کا بروقت رخ نہ موڑ دیا گیا، تو ہم بحیثیت قوم ومذہب انتہائی سنگین صورت حال سے دوچار ہوسکتے ہیں۔ایک طرف عصری تعلیمی ادارے عربی اور اردو زبانوں کے حوالے سے ان کی تمامتر دینی، تاریخی اور ثقافتی اہمیت، ضرورت کے باجود سرد مہری اور غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں؛ بلکہ کسی حد تک احساس کمتری میں بھی مبتلا ہیں، تو دوسری طرف کمپیوٹر اور موبائل کے بلا سوچے سمجھے استعمال نے زبان وثقافت کے حوالے سے سرد مہری اور غفلت کے شکار ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے کر جلتی پر تیل کا کام کردیا۔ جو لوگ عربی، اردو کی شد بد رکھتے تھے، قلم دوات سے لکھنے کے عادی تھے، ان کو اب ایس ایم ایس اور ای میل لکھنے میں بڑی کوفت محسوس ہو رہی ہے، عربی، اردو کے خوبصورت اور دلکش حروف میں کوئی بات لکھنا خوامخواہ کی مشقت بن چکی ہے، آج ان کو صحیح املاء لکھتے ہوئے [ان کے بقول] کافی وقت ضائع کرنا پڑتا ہے، کل جب اس کی طاقت ہی نہ رہے گی، تو اردو عبارت پڑھنے کا بھاری بوجھ بھی ان سے اٹھایا نہ جائے گا، یوں اپنے چاہنے والوں کے ہاتھوں ہی اس زبان کا قتل ہوگا۔ چنانچہ اب لوگ رومن [انگریزی] حروف میں اردو زبان لکھنے لگ گئے، اسی میں سہولت اور وقت کا بچاؤ سمجھنے لگے ہیں، اور یوں بڑی بے خبری میں نہایت آسانی کے ساتھ اتنی بڑی تاریخی اور ثقافتی تبدیلی کو گوارا کرلیا، جو اسلام اور پاکستانیوں کے دشمن برسوں میں بھی نہ لا سکتے تھے!

اس پر سوچنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی، کہ کسی زبان کے رسم الخط بدل جانے کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس قوم نے اپنی پچھلی تاریخ سے مکمل طور پر قطع تعلق کرنے اور اسے دریا برد کرنے کا تہیہ کرلیا ہے؛ جس کے نتیجہ میں آنی والی نسلیں اردو بولتے اور لکھتے ہوئے بھی اس بات سے ناآشنا ہوں گی کہ اردو میں پہلے کیا لکھا گیا تھا؟ اردو والے کوئی بڑا کارنامہ، روشن تاریخ رکھے بغیر کس طرح باقی رہے؟ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ اردو زبان انگریزوں نے کب اور کیوں تیار کی تھی؟ اس نئی زبان کو اپنے ساتھ انگلستان لیجانے کے بجائے برصغیر میں کیوں چھوڑ کر چلے گئے؟ اسکول میں بچے سوال کریں گے کہ جب انگریزی اور اردو کے رسم الخط میں کوئی فرق نہیں، تو آخر کیا خوبی کی بات تھی کہ ہندوستانیوں نے انگریزی جیسی ترقی یافتہ زبان کو اختیار کرنے کے بجائے اردو کو اختیار کرلیا؟ جس کی کوئی قدیم کتاب، دیوان اور تاریخ بھی نہیں؟

یہ خیالی مفروضہ نہیں! دنیا میں اس طرح کے عجائبات رونما ہوتے ہوئے پہلے بہت عرصہ لگتا تھا، برسوں بعد تہذیب وثقافت پر کوئی نیا اثر ظاہر ہوتا تھا، مگر اب موبائل اور کمپیوٹر کے زمانہ میں صبح وشام تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے پل بھر میں بدلتے متلون مزاج لوگوں سے دنیا بھر گئی ہے!

گھر گھر، جیب در جیب پھیلے ہوئے ''یہ ڈبے'' استعماری قوتوں کا بہت بڑا ہتھیار بن چکے ہیں، سب لوگ ان کے شکنجے میں آچکے ہیں، جس کے ذریعہ وہ صبح وشام دوسری قوموں کی تہذیب وثقافت کو نشانہ بناتے ہیں، ان کے ساتھ کھیلتے ہیں؛ پھر انہیں سہولت، امداد اور ترقی کا جھانسہ دے کر قلب وضمیر سمیت خرید لیتے ہیں، کہ اف تک نہ کرسکیں! تعیّش پسندی کی چاٹ لگی نسلیں زرق برق میں کھوجاتی ہیں؛ بلکہ بے حمیت خبر فروش دانشور اور سیاسی، عسکری قوتیں تعیّش اور نام نہاد ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کو ختم کرنا عظیم انقلاب باور کراتی ہیں، جس کے بغیر اقوام عالم کے سامنے انہیں شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے، اور وہ ''عالمی دشمن برادری'' سے ملک وقوم کے لئے امداد کی درخواست نہیں کرسکتیں، آباء واجداد کی روحوں پر تیشے چلا کر نازاں بھی ہیں کہ۔

مرداں ایں چنیں کارے می کنند

رسم الخط کی تبدیلی ایک نہایت سنگین معاملہ ہے، جس کا براہ راست تعلق تہذیبوں کو مٹانے سے ہے، کوئی بھی زبان اپنی بولنے والی قوم کی تہذیب، ثقافت، روایات اور اس قوم کی پوری سیاسی، جغرافیائی، مذہبی اور علمی تاریخ کی ترجمان، فرد، خاندان اور معاشرہ کے تعلقات، باہم روابط، زندگی کے تمام معاملات کے لئے مضبوط بنیاد اور دیگر اقوام وملل میں شناخت کی سب سے بڑی علامت ہوتی ہے، جس کے بغیر کوئی قوم اپنا وجود اور اقوام عالم میں جداگانہ شناخت برقرار نہیں رکھ سکتی۔ کسی قوم کی تاریخ، ثقافت، روایات اور باہم روابط میں زبان کی جو غیر معمولی اہمیت ہے؛ بالکل یہی اہمیت کسی بھی زبان میں اس کے لب ولہجہ اور رسم الخط کی ہے، جس زبان میں اس کے فطری لب ولہجہ اور رسم الخط کے مخصوص طرز وانداز، ہیئت وترکیب کی پابندی باقی نہ رہے، اس کے بولنے والے لب ولہجہ اور رسم الخط کے حوالے سے حساس نہ ہوں، بڑے بزرگ چھوٹوں کی غلطیوں کی گرفت نہ کرتے ہوں، زبان کے لب ولہجہ، رسم الخط اور املاء کی خلاف ورزی کو بے سلیقہ پن اور بے قاعدگی نہ کہا جاتا ہو، ایسی زبان نہ صرف یہ کہ ترقی نہیں کرسکتی، اپنا وجود بھی باقی نہیں رکھ سکتی، اس کا حلیہ بگڑنے، یا نیا جنم ہو کر اسقاط کر جانے اور دوسری طاقتور زبان کے اندر ضم ہوجانے میں دیر نہیں لگے گی۔

کسی بھی مسلمان کی شناخت کی پہلی اور آخری بنیاد اس کا مذہب ہے، مذہب کی حیثیت یہاں وہ نہیں جو ارباب کلیسا کے ہاں ہے، جو لوگ مسلمانوں کو یا اسلام کو کلیسا کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ مسلمانوں سے بھی اسی طرح کے مطالبے کرتے ہیں، روشن خیالی یا وسعت نظری کی آڑ میں مسجد والوں سے اُسی چیز کی توقع رکھتے ہیں، جو ارباب کلیسا کے ہاں دیکھتے ہیں، جہاں نام نہاد مذہبی رسومات اور عام زندگی کے معاملات باہم خواہشات سے طے پاتے ہیں، چنانچہ وہ زندگی کے تمام معاملات، امور پر اسلام کی مضبوط گرفت کو حیرت؛ بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مسلمانوں کو بھی کبھی مذہب وثقافت، کبھی سیاست ومذہب کے درمیاں فرق کرنے کے مشورے دیتے ہیں، وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، یا سیکولرزم کا نام بدل کر مغالطہ دینا چاہتے ہیں، عربی زبان ہو کہ قومی زبان اردو، دونوں کے حوالے سے مسلمانوں کی حساسیت کا تعلق براہ راست مذہب سے ہے، کہ

پہلی زباں تو ہے ہی اسلام کی زباں اور اس کی بنیاد، دوسری زبان شریعت اسلامیہ اور اس کی تابناک تاریخ، روایات کی مقامی ترجمان ہے، جس نے مذہب اور اہلیان وطن کے درمیاں مضبوط رابطے کا کام دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے لوگوں نے اردو زبان میں مذہب، تاریخ اور دیگر علوم وفنون پر کتب خانے کے کتب خانے لکھ ڈالے، آج بھی وہ اس میں برابر اضافہ کررہے ہیں، جو اردو زبان وادب کا نہایت گرانقدر ذخیرہ ہے۔

عربی، فارسی، سندھی، پشتو، بلوچی اور دیگر مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو زبان وادب، اس کے فروغ، نشرواشاعت اور حفاظت وبقاء کے حوالے سے برصغیر کے علماء، مشائخ، مکاتب، مدارس اور دینی جامعات نے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ عربی، اردو اور مقامی زبانوں کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی جانے کی ہیں۔

علماء، مشائخ اور دینی مدارس کی ادبی خدمات برصغیر کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، اسلامی ادب کو زبان وادب کی تاریخ میں جگہ نہ دینا یا ان کی عظیم خدمات کو نظر انداز کردینا، تاریخی بددیانتی اور خیانت کے مترادف ہے، نامی گرامی شاعروں، مرثیہ نگاروں، قصہ گو، دروغ گو لوگوں اور ادیبوں سے زیادہ یہاں کے معاشرے پر، اور زبان وادب کی تعلیم وتربیت کے طور وطریقوں پر دینی مشائخ، علماء اور ان کی تحریر وتقریر کا اثر رہا ہے، انہی سے لوگوں نے مکتبوں، مدرسوں میں جا کر اور مسجدوں، خانقاہوں میں زباں وادب کی عملی تعلیم حاصل کی ہے۔

آج بھی برصغیر کے نقشہ پر چار سو پھیلے ہوئے عوام وخواص کے ہاتھوں قائم یہ اسلامی ودینی درسگاہیں عربی واردو زبان وادب کا علم اٹھائی ہوئی ہیں، جہاں عربی زبان وادب کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے، اور بڑی مشقت اور محنت کے ساتھ دی جاتی ہے، جس کا اثر یہ ہے کہ برصغیر کے مدارس کے اساتذہ، طلبہ سب فصیح عربی زبان بولنے اور لکھنے کی اچھی استعداد رکھتے ہیں، معمولی توجہ سے وہ اس میں مہارت کی منزلوں کو طے کرجاتے ہیں، خوبی کی بات یہ ہے کہ ان کی اردو زبان جس طرح انگریزی کے اثرات سے پاک ہے اسی طرح ان کی عربی بھی "عامیہ" کے نام سے گھر گھر پھیلائی ہوئی انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ساخت کردہ نام نہاد عربی کے اثرات سے بھی بڑی حد تک محفوظ ہے، اس کے برخلاف بڑے بڑے نامور عرب ادیبوں کی زبان اس مفسِد زبان "عامیہ" کی گرفت سے آزاد نہیں، جو لوگ عرب ممالک میں رائج موجودہ زبان واسلوب سے واقفیت ومناسبت کو ہی عربی زبان وادب میں مہارت سمجھتے ہیں، اسی کو قرآن وحدیث کے فہم کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں وہ اپنے فاسد خیالات کی اصلاح ضرور کرلیں۔

دینی مدارس وجامعات اور اس کے اساتذہ وطلبہ کے درمیان رابطہ وتعلیم کی زبان اردو اور عربی ہے، وہ اردو یا عربی ہی میں بولتے اور لکھتے ہیں، اسی میں تقریر وبیان کرتے ہیں، خطوط، مضامین، رسائل اور کتابیں عربی اور اردو زبانوں میں لکھتے ہیں، جو ساری دنیا میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، جماعتیں دین کی دعوت کا پیغام لے کر ساری دنیا میں جاتی ہیں، عربی اور اردو ہی کو سب سے بہتر ذریعہ کے طور پر اختیار کرتی ہیں۔ زبان وادب کے حوالے سے ان خدمات کی فہرست طویل اور اثرات اس قدر ہیں

کہ یہ نام نہاد انگریزی ترقی پسند انجمنیں اس کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتیں! اس پر بھی زبان وادب کے حوالے سے ان کی خدمات کا نہ صرف یہ کہ اعتراف نہیں کیا جاتا، رسمی طور پر ذکر کرنے کو بھی گوارا نہیں کرتے، زبان وادب میں بھی ان نام نہاد روشن خیالوں کو وہی بے راہ و بداطوار لوگ ہی نظر آتے ہیں، جن کی اپنی کوئی منزل نہیں تھی، اس کے باوجود خیالات کی نری بلند پروازی کے ذریعہ دوسروں کو ان کی منزل کا پتہ بتاتے رہتے تھے!

گلی گلی انگلش میڈیم اسکول کھلے ہوئے ہیں، تعلیم کو عام کرنے کے نام پر ایک منافع بخش کاروبار چل رہا ہے، دینی مدارس وجامعات کے نصاب ونظام میں تبدیلی کے خواہاں کیا ایک نظر تعلیم وتہذیب کے نام پر قائم ان تجارتی اداروں کا بھی جائزہ لینے کے لئے تیار ہیں؟ جو فنون کی کیا خاک تعلیم دیں گے، جو قومی زبان کی بھی صحیح تعلیم نہیں دے سکتے! یہ ادارے ملک میں کس قدر ہیں؟ تو کیا اثرات اور نتیجہ کے طور پر تعلیم وتہذیب عام ہو رہی ہے کہ جہالت، بدتہذیبی اور بداطواری کو فروغ مل رہا ہے؟ میڈیا کے مغربی آقاؤں کے اشاروں پر ناچنے والے بازیگروں کو اتنی بڑی خلقت کیوں نظر نہیں آتی، جو کسی فن میں مہارت تو کجا قومی زبان تک سے ناآشنا ہیں؟

خطیر رقم اور وقت خرچ کر کے ٹیوشن سینٹروں میں جا جا کر انگریزی زبان سمیت تمام فنون پڑھنے والے بچوں کی کامیابی کا کریڈٹ ان کے والدین کو جاتا ہے کہ اداروں کو؟ اور اب تو سارا سال پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، فیس دے کر امتحانات ہی کی تیاری کروالیں! سالانہ امتحانات کے حل شدہ پرچے ہی پڑھ لیں، فرصت ملے تو اسی کو ایک نظر دیکھ لیں! امتحانات کے حل شدہ پرچوں کو رواج دینے کا یہ سلسلہ نئے نظامِ تعلیم کا لازمی حصہ بن چکا ہے، جو کمزوریوں کو چھپانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے، اس سے علوم وفنون کی بنیادی اور اساسی تعلیم اور اس کے حصول کے صحیح طریقہ کار پر نہایت منفی اثرات پڑ رہے ہیں، طلبہ اسی انداز پر سوچنے لگتے ہیں؛ حالانکہ ان میں بے شمار غلطیوں کے امکانات ہوتے ہیں، رہی فکرو منہج کی غلطی تو یہ تو بالکل واضح ہے؛ اس کاروبار سے وابستہ لوگوں کو اپنے فائدہ کے ساتھ پوری قوم کے نقصان کو بھی کبھی تو سوچنا چاہئے۔ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' سے وفاداری کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، بداخلاقی، بداطواری اور بے ایمانی کے فروغ کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو ملک وملت کا غدار باور کرایا جاتا ہے، اور خود اپنا حال کیا ہے؟ اس کو سوچنے کے لئے اخبارات کے صفحات، ٹی وی چینلوں اور کمپیوٹر کی اسکرینوں پر سے گریباں میں جھانکنے کی فرصت نہیں!

اردو زبان کو قومی حیثیت دی گئی، اور بجا طور پر ایسا کیا گیا کہ یہ متحدہ ہندوستاں کی سب قوموں کی مشترکہ زبان ہے، اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں، مگر کیا دنیا میں کوئی ایسی قوم بھی موجود ہے، جو کسی زبان وثقافت سے وابستگی کے بڑے بلند دعوں کے باوصف، اسے قومی وحدت اور یکجہتی کے لئے ریڑھ کی ہڈی قرار دینے کے باوجود اس کے ساتھ وہ رویہ رکھتی ہو جو ہمارے ملک میں اردو زبان اور برصغیر کی اسلامی تہذیب وثقافت کے ساتھ رکھا جاتا ہے؟ کیا ایسی زبان کسی ملک کی قومی زبان کہنے کے لائق ہو سکتی ہے جس میں بات کرنے سے لوگ شرماتے ہوں؟ جس کی تعلیم کو ردی کا کام سمجھا جاتا ہو؟ جس کو تحریر کے لئے

بہترین ذریعہ نہ سمجھا جاتا ہو؟ جس کو دوسری اقوام کے سامنے پیش نہ کیا جا سکتا ہو؟ ملکی نظام، زندگی کے طور طریقوں میں اسے کمزوری تصور کیا جاتا ہو؟ نونہالانِ وطن کو اس کی تعلیم سے عملی طور پر دور رکھا جاتا ہو؟

اردو کے فروغ اور بقاء، اس کی ترقی کے نام پر قائم انجمنیں، ادارے صرف اس لئے قائم ہیں، کہ وہ ترقی کا نام لے کر اسلامی اخلاقی روایات، شرعی پابندیوں کی حوصلہ شکنی کرتے رہیں؟ کوئی بھی زبان دوسری زبانوں کا اثر قبول کرتی ہے، دوسری زبانوں کے الفاظ وتعبیرات کو اپنے اندر سمو لیتی ہے؛ مگر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انگریزی بولنے والے بولتے بولتے، یا لکھتے لکھتے اچانک اردو بولنے، لکھنے لگ جائیں، جب اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لئے سوچیں، تو انہیں انگریزی زبان میں کوئی تعبیر نہ ملے، اور وہ جھٹ سے اردو زبان کا سہارا لیں! جو بولنے والوں کی کثرت کے اعتبار سے دنیا کی دوسری یا تیسری بڑی زبان کہلائی جاتی ہے! بھلا افریقہ کی صحرائی زبانوں کا جب انگریزی نے اثر قبول کر لیا، تو اتنی بڑی اردو زبان کا اثر کیوں قبول نہ کرلے؟ جس کے بولنے والوں میں خیر سے "انجمن ترقی اردو" اور "مقتدرہ قومی زبان" کے کار پردازوں جیسے انگریزی دوست بھی موجود ہیں، جو برابر اردو کے فروغ کے لئے کوششیں کرنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ہر گلی میں انگلش میڈیم اسکول ہی قائم ہوتے دیکھ رہے ہیں!

ان علیگڑھی نام نہاد مولویوں اور ان کے چیلوں کو انگریز اپنا دوست، خیر خواہ کیوں نہ کہیں کہ ان کے جانے کے بعد بھی برابر اب تک عہد وفاداری نباہ رہے ہیں، اگر دوسری اسلامی، تاریخی اور مذہبی اقدار، روایات کی طرح زبان کے فروغ کے لئے بھی کوئی "متصلب مولوی" یہ انجمنیں قائم کرتا، ادارے بناتا، اور دوسری بھاری بھرکم ان گنت ذمہ داریوں سے فرصت پاکر زبان کی ترقی وترویج کا کام باقاعدگی سے کرسکتا، اس کے مواقع پاتا، تو آج مغرب کے اخبارات اور ان کے مختلف چینلوں پر اردو کی ترکیبیں سجتی ہوئی ایسی نظر آتیں جس طرح ہمارے اخبارات، ریڈیو چینلوں پر اور ویب سائٹوں پر دن رات، صبح وشام انگریزی زبان کے الفاظ، جملے، محاورے اور ترکیبیں جان جان کر لگائی جاتی ہیں، اور وہ اس طرح نظر آتی ہیں جیسے کسی خوبصورت مخمل کے دبیز کپڑے میں کسی گھسے ہوئے باریک کپڑے کے پیوند لگائے گئے ہوں۔

صبح وشام تیز وتند حملوں کے باوجود یہ زبان پھر بھی باقی ہے، یہ اس کا کمال ہے، اور قدامت پسندی کا طعنہ سننے والوں کی پختگی کی دلیل؛ ورنہ یہی رویہ انگریزی سمیت کسی بھی بڑی اور مشہور زبان کے بولنے والے اپنی زبان کے ساتھ روا رکھیں تو اس کو چند دنوں کا مہمان بنا کر چھوڑ دیں، پھر ہمارے برصغیر کے یہی دانشور اپنے پیشرو لوگوں کا مذاق اڑانے لگ جائیں، جنہوں نے ایک مٹتی ہوئی تہذیب اور زبان کو سہارا دیا تھا، اور اسے ترقی کا زینہ سمجھنے لگے تھے۔

اردو میں دوسری زبانوں کے شامل ہونے کی روایت نہ صرف یہ کہ بری نہیں، نئی بھی نہیں؛ کہ اس مشترکہ زبان کے لئے بنیادی خمیر دوسری مقامی زبانوں سے ہی لیا گیا، مگر اس عنوان کے تحت زبان کا فطری حلیہ بگاڑ دیا جائے، اس کی زمین، ارکان کو بدل دیا جائے، یہ کب صحیح طرز عمل ہوسکتا ہے؟ اس کو زبان کی وسعت کا نام نہیں دیا جا سکتا، یہ تو زبان کی روح کو اٹھا لینے، اور

اس کو بنیادی ساخت سمیت ختم کر لینے کے مترادف ہے، سنسکرت، عبرانی اور اس طرح کی دوسری قدیم زبانوں کو کس طرح باقی رکھا جارہا ہے اور کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی ان فرسودہ زبانوں کے احیاء کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے؟

اردو کی تعلیم وترقی کے لئے قائم ادارے، اور ملک بھر میں پھیلے سرکاری ونجی تعلیمی ادارے اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کو قومی زبان کی صحیح تعلیم دے سکیں، زبان کے فروغ کے لئے نئے بہترین پروگرام تیار کر سکیں؟ [جو موبائل اور کمپیوٹر سمیت تمام ضروریات کا احاطہ کئے ہوئے ہوں، تمام اداروں، دفاتر اور زندگی سے متعلق مختلف امور، استعمال میں آنے والی چیزوں کی تمام تر تحریریں قومی زبان میں ہوں، انگریزی زبان صرف اس کی ضروری تعلیم دینے والی کتابوں کے اندر ہو] نونہالان وطن میں قومی زبان وتہذیب کے حوالے سے خود اعتمادی اور حوصلہ افزائی کے جذبات کو پروان چڑھا سکیں؟ قومی زبان اور روایتی اسلامی ثقافت کے بارے میں پیدا کئے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کر سکیں؟ میڈیا کے بیرونی آلہ کار اور دوسرے سیاسی وغیر سیاسی بازیگروں کے منہ بند کر سکیں؟ جو مسلسل قومی زبان وثقافت کے خلاف اپنے کردار وعمل اور قول وزبان سے زہر افشانی کرتے رہتے ہیں، اور عام شہریوں بالخصوص نونہالانِ وطن کے دلوں میں اپنی زبان وثقافت کے حوالے سے احساس کمتری کے جذبات پیدا کرتے ہیں، دوسری زبانوں اور غیر مسلموں کی ثقافت کی مختلف طریقوں سے حوصلہ افزائی کرتے ہیں! بی بی سی، سی این این اور مغربی میڈیا کے دوسرے ادارے اہلیان وطن کو زہر کے انجکشن لگاتے ہیں، ان کو اردو سے، یہاں کی مقامی زبانوں سے، لوگوں کے مسائل ومشکلات سے کیوں دلچسپی ہے؟ کیسی ہمدردی ہے؟ وہ رونما ہونے والے واقعات پر تبصروں کے ضمن میں اسی طرح خبروں کے "انتخاب" میں بڑے بڑے اہداف حاصل کر لیتے ہیں ،کانٹ چھانٹ کرا پنے مخصوص مقاصد کے پیش نظر تبصرے، تجزئے اور خبریں پیش کرنے کو "نظریاتی جنگ" کے سب سے "مہلک ہتھیار" کے طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اگر ملک بھر میں قائم تعلیمی، تحقیقی ادارے یہ کام بھی نہیں کر سکتے؛ بلکہ الٹا ایسے جذبات، احساسات کو فروغ دیتے ہوں، انہیں پروان چڑھاتے ہوں جس سے قومی زبان وثقافت کا نقصان ہوتا ہو، نونہالان وطن کی بے خبری، بے آشنائی کا باعث بنتے ہوں، وہ قومی زبان، ثقافت سے بے رغبتی اختیار کرنے لگتے ہوں؛ تو پھر قوم کے بچوں اور بچیوں کے تن بدن سے معزز، محترم قومی لباس اتروا کر شرٹ، پتلون پہنا دینے اور نکس ٹائی لگوا دینے کو ہی قوم کے بچوں کا بہترین مستقبل، اور اعلی تعلیم وتربیت کا لازمی حصہ سمجھانے والوں کو، وطنِ عزیز "اسلامی جمہوریہ پاکستان" سے اپنا قومی رشتہ ثابت کرنے کے لئے دلیل دینی ہوگی؟ تنخواہیں پانے، مراعات حاصل کرنے کے لئے کسی بھی ملکی وملی ادارے سے وابستگی کو کیونکر اسلام اور حب الوطنی کی دلیل قرار دی جائے؟ کہ تاریخ، تجربہ اور روز روز کا مشاہدہ سب اِس کی تصدیق کرنے سے گریزاں ہیں! ملک ومذہب سے رسمی لگاؤ کے دعوے کرنے والوں نے تنخواہیں، مراعات اور مفادات سمیٹنے کے لئے ملک، ملت اور مذہب، اخلاقیات کے تقاضوں کو کس کس طرح پامال نہ کیا؟ خبریں فروخت کرنے

والے میڈیا کے بازیگر ہی اگر نہیں جانتے اور اس پر "ذرا سوچنے"، "مکالمہ کرنے" اور "آزاد فورم" پر بات چیت کرنے کی جسارت نہیں کرپاتے تو باقی ساری قوم تو جانتی ہے۔

برصغیر میں پھیلے دینی مدارس اور جامعات نے دعوت و اصلاح کے لئے تحریر و تقریر میں قومی و مقامی زبانوں کے استعمال و فروغ کو باہمی رابطہ، محبت اور ملی وحدت کا ذریعہ بنائے رکھا؛ مگر "سنجیدہ، مہذب حلقوں" نے اپنے ذاتی، گروہی مفادات کی خاطر اسے نفرت، عداوت کے بیج بونے کا ذریعہ بنادیا، سیاسی مفادات کی خاطر قومی اور مقامی زبانوں کو کس کس طرح بے گناہ انسانوں کے کشت و خون، خرابے کا ذریعہ بنایا گیا؟ کتنے لوگ زبانوں کے نام پر اٹھائے ہوئے فسادات کی بھینٹ چڑھے؟ موجودہ بھارت، بنگلہ دیش، سندھ اور دوسری جگہوں پر نام نہاد تعلیم یافتہ لوگوں نے اسلامی تاریخ میں پہلی بار کسی زبان کو ظلم، زیادتی اور قتل کے لئے سب سے بڑی دلیل قرار دیا! نفرتوں کے ماحول میں آج بھی مدارس کی چھت کے نیچے تمام مقامی بولیاں بولنے والے باہم مل بیٹھتے ہیں، اور ایک دوسرے کے ہمدرد بنے رہتے ہیں؛ اس کے باوجود مدارس کو ہی دہشت و خوف اور خون خرابے کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے؛ کہ انہوں نے وطن دشمن لوگوں کی لگائی ہوئی آگ میں جلتی پر تیل کا کام کیوں انجام نہ دیا؟ انعام بھی پاتے، وفادار بھی کہلائے جاتے!

اردو کو محبت کی زبان کہا جاتا ہے؛ کیونکہ اس کے بولنے والوں کی اپنی اپنی مقامی بولیاں موجود ہیں، جس میں بہترین طریقہ پر اظہار و بیان کیا جاسکتا ہے، اور صدیوں سے وہ اس کو بولتے چلے آرہے ہیں، مگر برصغیر کے نقشے پر پھیلی ہوئی مختلف بولیاں بولنے والی قوموں نے آپس میں رابطہ، محبت اور اظہار و بیان کے لئے مسلسل اختلاط اور قریبی تعلقات کے زیر اثر ایک نئی زبان کی طرح ڈالدی، جس کو تمام تہذیبوں، قوموں اور علاقوں میں تعبیر و بیان کے لئے مشترکہ زبان کی حیثیت دی گئی، سب قوموں نے مل کر اس کی خدمت کی، تعبیر، الفاظ اور لغات کے ذخیرہ سے مالا مال کیا، اور یوں اس کو ترقی دی، پروان چڑھایا، یہ مشترکہ زبان بھی پچھلی کئی صدیوں سے یہاں موجود ہے۔ اردو زباں میں لکھنے، بولنے والے نامی گرامی مشائخ، علماء، صوفیا، شاعر اور ادیب لوگ جنہوں نے اس زبان کو ہر طرح سے مالا مال کیا، فروغ دیا اور بڑا اثر ڈالا، ان کی تاریخ، نام و نسب سے واقف لوگ جانتے ہیں، کہ وہ کون تھے اور ان کی اپنی مادری زبانیں کیا تھیں؟

دینی مدارس اور جامعات نے تو اپنے مقاصد اور عنوانات کے تحت کافی کام کرلیا ہے، بلکہ اس حوالے وہ نہ صرف خود کفیل ہیں؛ دنیا بھر کے اداروں کے لئے مثالی نمونہ بھی ہیں، ملک و ملت کی نیک نامی اور استعماریوں کے مقامی چیلوں کو چھوڑ کر دنیا کی سب سے بڑی "عالمی اسلامی برادری" میں اچھی شہرت کا باعث بن چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا سے جوق در جوق لوگ اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاکستان آتے ہیں، دینی مدارس و جامعات کو ساری دنیا کے غیرت مند مسلمان قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان مدارس کے فضلاء کا ہر جگہ احترام، استقبال کیا جاتا ہے، جس سے ملک، عوام سبھوں کی نیک نامی ہوتی ہے۔

نام نہاد تعلیمی ادارے مذہب بیزاری، اور مفادات پرستی کے جذبات کو فروغ دینے کے علاوہ کسی مثبت اور تعمیری کام میں اپنا

نام پیدا نہ کر سکے، ایجادات وانکشافات ہوں، کہ مصنوعات وآلات سازی کے فنون، میڈیکل سائنس ہو یا دوسرے تجربات، سبھی میں دوسروں کے نہ صرف یہ کہ محتاج ہیں، ان کی غلط اور صحیح سب میں تقلید محض کرنے کو ہی اپنی فنی مہارت سمجھتے ہیں، آج بھی آکسفورڈ، کیمرج، میری لینڈ، ہالینڈ، ماسکو کے بغیر ان کی کسی بات کا کوئی مقام نہیں، خود کفیل تو یہ کیا ہوتے، مسلمانوں کی جدی پشتی فنون، فلکیات، ریاضی، طب وغیرہا میں بھی ان کے بغیر پر نہیں مار سکتے۔ اسی سے ان لوگوں کے عقیدہ وکردار کی کمزوری اور ذہنی پستی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جو خالص اسلامی، شرعی علوم وفنون میں بھی ان کا تھوکا چاٹ کر ریسرچ وتحقیق کے بلند وبالا دعوے کرتے نظر آتے ہیں، ان کی کوشش ہے کہ دینی مدارس اور جامعات بھی اسی مغربی انداز پر تعلیم وتربیت کا نظام اپنائیں! تاکہ دینی حمیت وغیرت، شوق شہادت، تصلب فی الدین، علم کو عمل کے ساتھ جوڑ کر دیکھنے کی طبقہ بطبقہ نقل ہونے والی سلف کی حسین روایت، اس کے کامیاب اور دیرپا اثرات کو بالکل ختم یا کسی قدر کم کیا جاسکے!

برصغیر کے دینی مدارس وجامعات اور ان کے علماء وطلباء کو آکسفورڈ اور کیمرج کے خدا دشمنوں کے پاس زانوئے تلمذ طے کرنے کی تو کیا "ازہر" و "زیتونیہ" جیسی قدیم، تاریخی درسگاہوں میں بھی جانے کی ضرورت نہیں رہی؛ آج ان قدیم تاریخی درسگاہوں کی جو حالت ہے اس کا "مسجد نبوی" کے چبوترہ کے نیچے قائم "اصحاب صفہ" کے مدرسہ سے، اس کے مزاج وانداز، سوچ فکر سے کوئی نسبت نہیں، "ازہر" ہو کہ "زیتونیہ"، بغدادکی درسگاہیں ہوں کہ شام کی، سب کا نظام تعلیم وتربیت، سوچ فکر کے زاوئے، عمل کا دائرہ کار اور نتائج واثرات کا اوسط مغربی نسبتوں کا حامل اور سلف صالحین کے دئے ہوئے رخ سے یکسر مختلف ہے، یونیورسٹی کے طلباء کے لئے حرمین شریفین میں نماز پڑھنے کی سعادت پانے کے لئے ائرکنڈیشنڈ بسوں کا انتظام ہونے کے باوجود بے رغبتی، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حالت وکیفیت دیکھنے والوں کو نظر آتی ہے، ان اداروں کے بہی خواہ چاہیں تو برصغیر کے اکابر علماء دیوبند کے طرز وطریقہ سے، ان کے منہج وانداز سے استفادہ کریں؛ تاکہ وہاں "مسجد نبوی" کے طرز وانداز پر تعلیم وتربیت کا ماحول قائم ہوسکے، تنخواہ پرستی اور مفادات پرستی کے جذبات پیدا ہونے کے بجائے اللہ کی رضا، اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے لئے تن من کی قربانی کے جذبات زندہ ہوں، جس کی تعلیم "اصحاب صفہ" کے مدرسہ میں جاری رہتی تھی۔

قرآنی آیات کو عربی رسم الخط کے بجائے انگریزی سمیت کسی بھی دوسری زبان کے رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں، جو لوگ اس طرح کی ای میل اور ایس ایم ایس کار ثواب سمجھ کر بھیجتے ہیں، جن میں قرآنی آیات کسی دوسری زبان میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں، وہ اس گناہ میں نادیدہ ونادانستہ شریک ہورہے ہیں، ان کو اس سے فوری طور پر پرہیز کرنا لازم ہے، یہ ان کی شرعی ودینی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح جو لوگ احادیث میں وارد دعائیں کو دوسری زبانوں کے حروف میں لکھتے ہیں ان کو بھی اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اردو کو انگریزی حروف میں لکھنے والے بھی سمجھ جائیں کہ وہ بہت بڑی تاریخی غلطی کا ارتکاب کررہے ہیں، اور نادیدہ ونادانستہ اسلام دشمنوں کی ان سازشوں کو سہارا دے رہے ہیں، جو وہ اس زبان اور برصغیر کے، پختہ ذہنیت رکھنے والے مسلمانوں کے خلاف کرتے رہے ہیں، آج بھی اس کا سلسلہ پورے زور وشور سے جاری ہے، تمام تر وسائل، راستے اور ذرائع اختیار کرکے وہ بر

صغیر کے مسلمانوں کے دلوں سے ان کا مذہب، اور اہل مذہب سے غیر معمولی تعلق اور اپنی پچھلی روایات وتاریخ سے گہری وابستگی کو نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔اس سازش کی کامیابی کے لئے زبان کے رسم الخط کی تبدیلی بہت اہمیت رکھتی ہے، کہ اس کا براہ راست تعلق مذہب اور پچھلی اسلامی تاریخ وروایات سے ہے، رسم الخط کی تبدیلی کی زد سب سے پہلے اسی پر پڑتی ہے، اسلامی ممالک ترکی، ملائیشیا، انڈونیشیا، قازقستان، داغستان، ازبکستان، قوقاز کی قدیم اور جدید تاریخ سے جو لوگ واقف ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ زبان کی تبدیلی زندگی، افکار ونظریات، ثقافت اور مذہب سب کی تبدیلی کا سب سے آسان اور نہایت زود اثر راستہ ہے۔اردو کی صحیح تعلیم وتربیت اور ترقی کے لئے نیز اسلامی شریعت اور پچھلی اسلامی تاریخ سے وابستگی کے لئے عربی اور فارسی زبانوں کی تعلیم وترویج نہایت ضروری ہے، کہ اس کے بغیر اردو کا طالب علم کامیاب نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی عربی سے ناآشنا معاشرہ وماحول اسلامی شریعت اور صحیح اسلامی مزاج اور اسلامی تاریخ وروایات سے کماحقہ واقف ہوسکتا ہے، نہ ہی فصیح عربی زبان کی عمومی اشاعت کے بغیر دنیا بھر کے مسلمانوں کو توحید کے جھنڈے تلے یکجا کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے، برصغیر کے مسلمانوں میں بحیثیت قوم دینی جذبہ سب سے زیادہ ہے، مگر عربی سے عمومی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے عربوں میں پھیلائی ہوئی موجودہ مغربی ذہنیت کو اچھی طرح چیلنج نہیں کرسکے، اس کے پھیلاؤ کو روک نہ سکے، پھر بھی ہندوستاں کے ان علماء ومشائخ اور اہل دعوت نے عربوں کو بہت متاثر کیا اور ان کی راہنمائی کی جن کو عربی زبان سے خاص مناسبت رہی ہے۔برصغیر کے علماء، مشائخ عربی زبان وادب کی تعلیم پر بڑی توجہ دیتے ہیں، خوب محنت ومشقت کے ساتھ طلبہ کو عربیت کی تربیت دیتے ہیں، یہ رائج طریقے اسلامی شریعت کے مصادر ومراجع سے بخوبی استفادہ کرنے اور بہتر طور پر سمجھنے میں بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں، عربی زبان کو صرف مذہبی تعلیم کے طور پر حاصل کرنے کے لئے اس سے بہتر طریقے برصغیر میں کم از کم نظر نہیں آتے، اسی مناسبت ومہارت کی بنیاد پر یہاں کے بزرگوں نے عربی میں تصنیفات وتالیفات کا سلسلہ جاری رکھا، جس سے عرب وعجم سب برابر مستفید ہورہے ہیں، مگر ابھی ضرورت پوری نہیں ہوئی؛ بلکہ پہلے سے بھی کئی گناہ زیادہ ہوگئی ہے؛ کیونکہ اب عربوں میں صحیح رخ اور مزاج کے مطابق تعلیم وتربیت دینے والے خال خال ہی ملتے ہیں، ان کی تعداد خطرناک حد تک گھٹ چکی ہے!

جو ادارے اور افراد عربی زبان وادب کو صرف عرب ممالک میں بولی جانی والی زبان ہی کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، اور وہ اخبارات کے لئے صحافی، ترجمان، یا عرب سفارتخانوں کے لئے ایلچی، منشی اور استقبالیہ کاؤنٹر پر کام کرنے والے ملازم ہی تیار کرنے کا ہدف رکھتے ہیں، ان کے پاس یقیناً نئے سے نئے اور آسان سے آسان تر ذرائع عربی کو حاصل کرنے کے لئے موجود ہوں گے؛ جس سے مذکورہ اہداف کو بہت آسانی کے ساتھ حاصل کیا جاسکتا ہو؛ مگر اس کا برصغیر کے دینی مدارس اور جامعات کے بلند اہداف سے بنیادی طور پر کوئی تعلق نہیں؛ ہاں انفرادی طور پر کچھ لوگ یہ فوائد بھی سمیٹ لیتے ہیں، کہ ان ملازمتوں کو بھی دین کی صحیح دعوت اور پیغام کا موئثر ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ مادیت روحانیت کی دبیز تہوں میں سرایت نہ کرجائے۔جو لوگ ضروری عربی زبان وادب سے کماحقہ واقفیت اور وابستگی کے بغیر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں یا اس

کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی کوششیں ناقص اور دعوے بے دلیل ہی رہیں گے۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ اردو زبان اور اردو کے اسلامی ادب کے فروغ، ترقی کے ضمن میں دعوتِ حق کا بہت بڑا دوررس کام موجود ہے، جس کو اب تک ہمارے بزرگ کرتے رہے ہیں، اسی سے یہ معاشرہ سنوارا گیا ہے، اب تک ہم سب اسی کو ذریعہ بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ بڑے بڑے نتائج بہت آسانی کے ساتھ حاصل کر چکے ہیں، اِس وقت ملک وملت پر عقیدہ وفکر، فرائض واعمال، تہذیب واخلاق، سیاست وسیادت کے حوالے سے منڈلاتے خطرات کا راستہ روکنے کی آسان سبیل بھی اِس کے اندر موجود ہے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا میدان سنبھالنے والے جانتے ہیں کہ بحیثیت ایک زبان بھی عربی اور اردو نے اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے، لغت وزبان کا دلدادہ کتاب اللہ کی کھلی تعبیرات سے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے اور اسی طرح عربی واردو کے نامور اسلام کے شارحین کے کلام وقصائد اور نثر وتعبیر سے بے اعتنائی نہیں برت سکتا! پھر اس عظیم ورثے کی بدولت زبان کی عمومی ساخت نے اور بولنے والوں کے فکر واذہان نے اسلامیت کے جو اثرات قبول کر کے جذب کر لئے ہیں ان سے بچ نکلنا ممکن ہی نہیں، تبھی تو ان زبانوں کو خراب کیا جا رہا ہے۔ اردو زبان بھی اسلامیات کے حوالے سے ایک مالا مال زبان ہے، اور ایک طویل عرصہ سے دعوتِ حق کے میدان میں، باطل کے خلاف سرگرم ہے، اردو کی تعبیر، ساخت پرداخت اور اس کا عالی ادب ہماری اسلامی تہذیب کا حسین مرقع اور دعوتِ حق کا لازمی جز ہیں، اِس زبان میں ہماری تاریخ کی عظیم ہستیوں کا بڑا کام موجود ہے، جس کو برصغیر کی تمام قوموں کی نامی گرامی شخصیات نے مل کر تیار کیا ہے، چند بے وقوفوں کی حرکتوں کی وجہ سے اس مشترکہ زبان سے کسی قوم کا رشتہ کاٹا نہیں جا سکتا، نہ ہی کوئی قوم اپنے حقِ وراثت سے دستبردار ہو سکتی ہے۔ یہ عظیم فکری، دعوتی اور تاریخی ورثہ ہے، جو برصغیر کے مسلمانوں کے لئے قیادت وسیادت کے راستے ہموار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصحابِ دعوتِ حق کے ذریعہ برصغیر کے مسلمانوں کی مشترکہ زبان ساری دنیا میں پھیل چکی ہے، صحیح اور فصیح عربی زبان اور ثانوی درجہ میں اردو ہی کے ذریعہ اقوامِ عالم پر اپنی گرفت مضبوط کر سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف انگریزی زبان میں خوب مہارت حاصل کر کے بھی وہ اہداف، مقاصد ہرگز حاصل نہیں کئے جا سکتے، جو اردو کے ذریعہ اور انگریزوں کو اردو کا محتاج بنا کر چھوڑنے میں پوشیدہ ہیں، یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم ان کو انگریزی میں جواب دیں نہ تحریر پیش کریں نہ ہی کوئی ترجمان مہیا کریں، جس دن ایسا ہوگا وہ دن ہماری ترقی، اور اقوامِ عالم میں سینہ تان کر اپنی پہچان کرانے کا پہلا دن ہوگا، اسی دن سے ہماری آزادی کی نئی تاریخ شروع ہوگی۔ انگریزی زبان اپنی ساخت پرداخت اور اپنی تاریخ کی رو سے کبھی اسلام کی ترجمان زبان نہیں رہی ہے، اس کی تاریخ دعوتِ حق کی عظیم تحریکوں سے یکسر خالی ہے، تاریخی لحاظ سے ایک نامکمل زبان کو جو اسلام کی جڑ [عربی زبان] سے کوئی بات مناسبت بھی نہیں رکھتی، کیونکر دعوتِ حق کا بہترین ذریعہ قرار دیا جا سکتا ہے؟! چنانچہ یہ ایک واقعہ ہے کہ صرف انگریزی زبان کی بنیاد پر دنیا کے کسی بھی خطہ میں عربی یا اردو کی قوت، مسلسل تعاون کے بغیر کسی اسلامی معاشرہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی، نہ ہی کوئی بڑی تبدیلی لائی جا سکتی ہے! ☆